مولانا شیر علی شاہ صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ
زائر بلاد مقدسہ

حج اور قربانی
ابراہیمؑ کی یادگار

حضرت ابراہیمؑ
پیکرِ صبر و تسلیم

ایثار و قربانی اور رضا و تسلیم کے تابندہ نقوش

ایک مضمون جو حضرت ابراہیمؑ کی بستی "خلیل الرحمان" میں لکھا گیا

بیت المقدس سے ۴۲ کیلومیٹر قبلہ کی طرف (جانب جنوب) ایک تاریخی بستی خلیل الرحمان میں ۲۱ شوال ۸۷ ۱۳ ھ کو حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ کہتے ہیں کہ یہ بستی سرزمین عرب میں بہت پرانی اور قدیم بستی ہے۔ آج سے تقریباً ساڑھے چار ہزار سال قبل یہاں صرف ایک گھر تھا جس میں ایک عمر رسیدہ انسان اپنی دو بیویوں کے ساتھ زندگی کے لیل و نہار اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گذار رہا تھا، وہ بھیڑ بکریوں کے دودھ اور پہاڑوں کے خودرو انگور و انجیر اور دیگر قدرتی پھل غذائی ضروریات کے لئے کام میں لاتا تھا۔ ایک دن صبح سویرے یہ معمر آدمی اپنے گھر سے کچھ سامانِ سفر نکال کر باہر اونٹنی پر لادنے لگا۔ اور ایک بیوی کو اپنے ساتھ سفر کیلئے تیار ہونے کا حکم دینے لگا اور دوسری کو کہا کہ تم گھر بار کا خیال رکھنا، میں ایک لمبے سفر پر جا رہا ہوں ایک عورت کی بغل میں ایک چھوٹا سا بچہ ہے، وہ بچے کو پیار کر رہی ہے اور خون کے آنسو رو رہی ہے۔ دوسری عورت بھی اشکبار آنکھوں کے ساتھ سفر کی تیاری میں ہے اور اپنے شوہر کیساتھ سامانِ سفر اونٹنی پر لاد رہی ہے —— بعض کہتے ہیں کہ اونٹنی نہیں تھی خود اپنے کاندھوں پر اسباب سفر اٹھا کر اس بستی سے روانہ ہوئے —— ایک سو بیس برس کی یہ مقدس شخصیت نبیوں کے امام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھے۔ اور جو اپنے شوہر کی اعانت کرتی ہے، وہ ام المومنین حضرت ہاجرہؓ لاڈلے بچے کی ماں ہے اور جس کی بغل میں بچہ ہے جس کو چومتی ہے، سینہ سے لگاتی ہے وہ ام المومنین حضرت سارہؓ ہیں۔ اور یہ بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ اور یہ بستی خلیل الرحمن کی بستی بے جواب پررونق شہر بن گیا ہے۔ جہاں کے پہاڑ انگور، انجیر، آلوچہ، آلو بخارا اور دیگر پھلوں کے درختوں سے

سرسبز و شاداب ہیں، جہاں اب بھی بہ نسبت دیگر شہروں کے اسلامی شعائر اور احکام دین کی پابندی سے تعمیل کی جاتی ہے، جہاں نہ کوئی مسیحی رہ سکتا ہے اور نہ یہودی نہ یہاں سینما ہے اور نہ کلب۔ صرف قدس میں مسیحیوں کے دو سو مدارس ہیں جن میں مسلمانوں کے بچے بھی پڑھتے ہیں۔ اسی طرح بے شمار گرجے، دیر، کلیسائیں ہیں ۔۔۔ یہ آرمینیوں کا دیر ہے اور یہ سریانیوں کا اور عبرانیوں کا، اور مسیحی گرجے تو بیشمار ہیں ۔۔۔ عزیریہ جہاں حضرت عزیر علیہ السلام کا روضہ ہے اس چھوٹے سے قصبے میں تین گرجے اور عیسائی مشن کے کئی مدرسے ہیں۔ اریحا جہاں سے موسیٰؑ کا روضہ اور قری لوطؑ قریب ہیں وہاں بھی متعدد گرجے اور عیسائی مشن کے مدرسے ہیں۔ مگر آپ اس تاریخی مقدس بستی میں نہ عیسائی دیکھنے میں آتے ہیں اور نہ عیسائی مشن کا مدرسہ، نہ سینما ہے اور نہ دیگر غیر شرعی امور نظر آئیں گے۔ عرب اگرچہ خوش خلق ہیں مگر بستی خلیل کے باشندوں کی طرح نیک اور متقی میں نے نہیں دیکھے ۔۔۔ تو حضرت سارہؓ اس لئے رو رہی تھیں کہ ان سے اپنی رفیقہ ہاجرہؓ ہجرت اور سفر پہ روانہ ہو رہی تھیں اور ان کو لاڈلے بچے کی داغِ مفارقت رولا رہی تھی ۔۔۔ حضرت ہاجرہؓ اس لئے اشکبار تھیں کہ وہ اپنی مہربان رفیقہ حضرت سارہؓ سے جدا ہو رہی تھیں ۔۔۔ یہ غلط ہے کہ حضرت سارہؓ نے اپنے شوہر حضرت ابراہیمؑ کو حضرت ہاجرہؓ اور ان کے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گھر سے نکالنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ تو ان دونوں کی جدائی پر اشکبار آنکھوں سے رو رہی تھیں، معصوم بچہ تو حضرت سارہؓ کیلئے سرور و اور اطمینانِ قلب کا باعث تھا۔ اس گھرانے میں تو صرف یہی بچہ تھا جو ان کو محبوب تھا۔ اس سے پہلے کبھی بھی انہوں نے اس گھرانے میں بچے کی آواز تک نہ سنی تھی۔ ابراہیمؑ کو اللہ کیطرف سے وطن چھوڑنے کا حکم ہوا تھا۔ اس لئے وہ اس بستی سے جنوب کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت سارہؓ محبت و شفقت سے بھری، بھرتی آنکھوں کو آنسوؤں سے صاف کر رہی تھیں اور اپنے پیارے شوہر کی پیرانہ سالی کی حالت میں سفر اور حضرت ہاجرہؓ اور لاڈلے بچے کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ وہ ان کو الوداع کرنے کیلئے سامنے پہاڑی تک چلی گئیں جس کی چوٹی سے جانبِ جنوب کا راستہ دور تک نظر آ رہا ہے، اور وہاں اس وقت تک کھڑی رہی جب تک وہ جاتے ہوئے دکھائی دیتے رہے۔ حضرت سارہؓ انکی سلامتی و حفاظت کیلئے دعائیں مانگ رہی تھیں، وہ پہاڑوں کے اس تاریک ماحول میں اکیلی رہ گئی تھیں۔ ان کو اپنا فکر نہیں تھا بلکہ اپنے عمر رسیدہ شوہر، لاڈلے بچے اور اپنی رفیقہ کا فکر دامن گیر تھا کہ اب وہ کہاں پہنچے ہوں گے۔ تمام راستہ پہاڑی ہے، ہزاروں میل تک انسانی آبادی کا نام و نشان نہیں، پہاڑوں میں راستہ معلوم کرنا بہت دشوار کام ہے اور جبکہ اس سے پہلے کوئی انسان اس راستہ پر گیا ہی نہ ہو ۔۔۔ درندوں کی آوازیں آ رہی

ہیں، راستہ میں زادِ راہ ختم ہو جائے تو پھر کیا ہو گا۔؟ یہ تمام تفکرات حضرت سارہؓ کو تنہائی کے عالم میں مغموم کر رہے تھے ـــــ معلوم نہیں حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی ہاجرہؓ اور اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے ہمراہ پہاڑوں، وادیوں اور لق ودق بیابانوں میں کتنے دن سفر کرتے رہے۔

خلیل الرحمٰن سے مکہ معظمہ دو ہزار کیلومیٹر کے قریب ہے۔ اس وقت ایسی سڑکیں نہیں تھیں جو آجکل نظر آتی ہیں، اور نہ اس قسم کی تیز رفتار بسوں اور کاروں کا انتظام تھا اور نہ راستے میں موجودہ بستیاں اور شہر آباد تھے۔ ابراہیمؑ کے دل میں روحانی قوت تھی، اطاعت و تعمیل حکم کا جذبہ تھا، تسلیم و ایثار اور فرمانبرداری تھی، جس کی بدولت پہاڑوں کے سینوں کو چیرتے ہوئے وہاں تک پہنچے جہاں خدا کی آخری وحی نازل ہونی تھی یا ابراھیم الق التحال ھھنا ـــــ ابراہیمؑ کو اس جگہ فروکش ہونے کا حکم ہوا جہاں اب کعبۃ اللہ ہے۔ واذ بوأنا لابراھیم مکان البیت۔ (الآیۃ) اور جب ٹھیک کر دی ہم نے ابراہیمؑ کو جگہ اس گھر کی (شیخ الہندؒ)

کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے کچھ پتھر جمع کئے، ایک معمولی مکان بنایا، جس میں ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ سورج کی تپش سے بچ سکے۔ چھاگل میں تھوڑا سا پانی جو باقی رہ گیا تھا وہ حضرت ہاجرہؓ کے حوالے کر دیا اور جو کھجوریں بچے تھے وہ بھی دیدیئے جو کچھ وقت تک کام دے سکتے تھے اور اپنے پیارے لختِ جگر کو الوداعی بوسہ دیتے ہوئے حضرت ہاجرہؓ سے رخصت ہوئے ـــــ کروڑوں درود و سلام ہوں ان پر ـــــ

اللہ اللہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے احساسات، حضرت ہاجرہؓ کے رنج و غم اور قلق و اضطراب کا کیا عالم ہو گا ـــــ! ہاجرہؓ تو مطمئن تھیں کہ ان کا شوہر ان کے ساتھ ہے ـــــ عورت کا سہارا عالمِ اسباب میں شوہر ہی تو ہے ـــــ مگر اب شوہر ان کو تنہا اس چٹیل بے آب و گیاہ میدان اور سنسان صحرا میں چھوڑ کر لوٹ رہا تھا۔ جہاں انسانی آبادی تو کیا پرند و چرند کا نام و نشان تک بھی نہ تھا۔ پہاڑوں اور ریتلی زمین کے ناپیدا کنار سلسلوں میں جب سینکڑوں میل تک پانی نہ ہو جاندار کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ ابراہیمؑ نے جب اپنا رخ شمال کی طرف کیا اور بلادِ شام کو جانے والے راستہ پر روانہ ہوئے تو ہاجرہؓ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ مجھے اس معصوم بچے کے ساتھ اس ہولناک صحرا میں تنہا چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں، کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔؟ کیا مجھ سے آدابِ شوہری بجا لانے میں کسی قسم کی کوتاہی سرزد ہوئی ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنی رفتار کو تیز کر دیا۔ حضرت ہاجرہؓ نے اونچی آواز سے پوچھا کر بالآخر اتنا تو فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنیکا حکم فرمایا ہے یا آپ اپنی مرضی سے ہمکو یہاں چھوڑ رہے ہیں۔؟ ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے ـــــ اور

منشاءِ ایزدی کے تحت یہ کام ہو رہا ہے۔ حضرت ہاجرہؓ نے جواب دیا ، اذاً لا یضیعنا اللہ ابداً۔ اب تو مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے محافظ و نگہبان ہیں وہ ہمیں یہاں کبھی ضائع نہیں فرمائیں گے۔ کہتے ہیں جب حضرت ابراہیمؑ پہاڑی پر چڑھ کر شام کی طرف اتر رہے تھے تو پہاڑی کی چوٹی پر ٹھہر کر شفقت پدری کے جذبہ سے اپنے لخت جگر اور اپنی بیوی پر آخری نگاہ ڈالی ، جہاں سے وہ ابراہیمؑ کو دکھائی دیتے تھے ، ایسے سنگلاخ بے آب و گیاہ بیابان میں ایک مسافر عورت اور ایک معصوم بچہ کیسے زندگی بسر کریں گے ، پانی اور کھجور کا معمولی توشہ کب تک کام دے گا ، درندوں اور موذی جانوروں کا اگر اس جگہ سے گزر ہو تو بچاؤ کی کیا صورت ہو گی ، کیا میں دوبارہ اپنی بیوی اور بچے کو زندہ حالت میں دیکھ سکوں گا؟ ـــ یہ تمام ایسے کربناک تصورات ہیں جو ایک حساس انسان کو بمقتضائے بشریت سامنے آسکتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ احساس اس بات کا کہ جب خلیل الرحمٰن سے روانہ ہوئے تو بیوی اور بچہ ساتھ۔ اب جب واپس جا رہے ہیں تو نہ بیوی ساتھ ہے اور نہ بچہ۔ ایسے جانگداز وقت میں ابراہیمؑ نے دعا کی ، ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم۔ (اے ہمارے رب میں نے بسایا ہے اپنی ایک اولاد کو ایک بن کھیتی میدان میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس) ـــ یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ شاید ہی کوئی اور دعا ایسی قبول ہوئی ہو ـــ

آج دنیا کے گوشہ گوشہ سے ہر سال لاکھوں کی تعداد میں فرزندان ابراہیمی اس بیت خلیل کی زیارت کیلئے دور و دراز سے آتے ہیں اور یہاں پروانوں کیطرح اس بقعۂ نور کے اردگرد طواف کرتے ہیں ، اور سنن ابراہیمی کو تازہ کرتے ہیں ـــ ابراہیمؑ کا بلند پایہ صبر و استقلال اور تسلیم ہی تو ہے ، جس نے اس عظیم ابتلاء میں انہیں کامیابی بخشی ـــ

ادھر حضرت ہاجرہؓ پر صرف وطن کی مہجوری اور تنہائی کا امتحان نہ تھا بلکہ آگے ایک دوسرا روح فرسا امتحان ان پر آ گیا۔ پانی کا معمولی ذخیرہ ختم ہوا ـــ گرمی کی شدت اور پیاس کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ خاصکر وہ عورت جو مصر کے سرسبز و شاداب خطہ میں پھلی پھولی ہو اور دریائے نیل کے کنارے نشو و نما پا چکی ہو اور پھر قریۂ خلیل کے سرد صحت افزا مقام میں رہ چکی ہو ـــ اور ایک بچہ کیسے پیاس برداشت کر سکے۔ ـــ بچہ انتہائی پیاس اور شدید گرمی کی وجہ سے ماہی بے آب کیطرح ریتلی زمین پر کروٹیں بدلنے لگا۔ مامتا اور شفقت سے بھری ماں بے بسی اور بے کسی کی حالت میں ادھر ادھر نظر دوڑانے لگی تاکہ کہیں پانی کا سراغ مل سکے ـــ چاروں طرف ریت ہی ریت پہاڑوں کے بغیر کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اور یہ کتنی دلخراش بات ہے کہ ایک والدہ اپنے بچے کو پیاس کی وجہ سے زمین پر کروٹیں بدلتا ہوا دیکھے اور اس کا کوئی علاج اس کے

پاس نہ ہو، خویش و اقارب کو تو چھوڑئیے وہاں بیگانے بھی نہ ہوں، اور ایک معصوم بچے کا معصوم جگر پیاس کی وجہ سے جل رہا ہو ـــــ نبوت و رسالت کی آغوش تربیت میں پلی ہوئی حضرت ہاجرہؓ صبر و استقلال سے کام لیکر سوچتی ہیں کہ سامنے پہاڑی پر چڑھ کر شاید پانی نظر آجائے یا کوئی انسان دکھائی دے جس سے پانی مانگ لے ـــــ

یہ پہاڑی صفا کی پہاڑی ہے، اس پر چڑھ کر جب حضرت ہاجرہؓ نے ہر طرف نظر دوڑائی تو نہ کہیں تالاب نظر آیا اور نہ کوئی چشمہ یا کنواں اور نہ وہاں کوئی راہ گذر نظر آیا جس سے پانی طلب کرے ـــ سامنے مروہ کی پہاڑی پر پانی نظر آیا، دوڑ کر وہاں چلی گئیں، دیکھا تو وہاں پانی نہیں، وہ سراب تھا جو نظر آیا۔ حضرت ہاجرہؓ سراب کے تصور سے بھی ناآشنا تھیں ـــــ مروہ کی چوٹی سے جب صفا کی چوٹی پر نظر پڑی تو پانی نظر آیا، واپس مروہ سے صفا کیطرف دوڑیں مگر پانی کہاں، یہ بھی سراب ہی تھا۔ اسی طرح پھر وہاں سے جب مروہ پر نظر پڑی تو پانی نظر آیا، ہاجرہؓ نے سمجھا شاید پہلے میں پانی کی جگہ تک غلطی کی وجہ سے نہیں پہنچ سکی، اب جاکر پوری تحقیق کروں گی۔ چنانچہ سات دفعہ آنا جانا ہوا ـــــ ویسے بھی تخیل اور تصور جب راسخ ہوجائے تو انسان کو خیالی صورت بھی نظر آنے لگتی ہے۔ جب باوجود اس تگ و دو کے پانی نہ ملا تو وہاں سے اتریں ـــــ

صبر اور رضا برضائے مولیٰ ایسی نعمت ہے جو دنیوی اخروی کامرانیوں کا سبب ہے۔ حضرت ہاجرہؓ کی تسلیم اور حکم خداوندی پر رضامندی خداوند ذوالجلال کو اتنی پسند آئی کہ قیامت تک حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں پر صفا و مروہ کی سعی کو لازم قرار دیا گیا ـــــ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔ (صفا مروہ خداوند قدوس کی نشانیاں ہیں۔ حاجی اور عمرہ کرنے والے پر ان میں سعی کرنی لازم ہے۔) اسی آیت سے قبل ارشاد ہے؛ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (اور خوشخبری دے ان صبر کرنے والوں کو جب پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ـــــ شیخ الہند۔)

صبر کرنے والوں کا اجر و ثواب ذکر کرنے کے بعد صبر کے مواقع کا ایک نمونہ بیان کیا کہ حضرت ہاجرہؓ نے وطن سے ہجرت، راستہ کی تکالیف اور تنہائی کی حالت میں رہنے پر جو صبر کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دوڑ کو قبول فرماکر قیامت تک کیلئے اسے مسلمانوں پر لازم کردیا۔ تاکہ حضرت ہاجرہؓ کی سعی کی یاد تازہ رہے۔

آہ! سورج کی شعاعوں سے تپی ہوئی زمین پر دوڑ لگانا حضرت ہاجرہؓ کیلئے یقیناً تکلیف دہ ہوگا ـــــ وہ تقدم بجلاؤ و توخر اخری کے عالم میں اتریں، دل میں کبھی بچے کی موت کا وسوسہ آتا، کبھی

یہ خیال پیدا ہو جاتا کہ قریب المرگ ہو گا اور اگر کچھ وقت کیلئے زندہ بھی رہ جائے تو پیاس پانی کے سوا تو بجھے گی نہیں۔ پانی کہاں سے تلاش کروں، دل کو تسلی دیتے ہوئے جب بچّہ کے نزدیک آئیں، تو کیا دیکھتی ہیں کہ ایک پانی کا چشمہ ہے جس کا پانی فوّارے کیطرح چل رہا ہے اور بچّہ اس پانی میں کھیل رہا ہے اور خوشحالی میں ہے۔ حضرت ہاجرہؓ کی خوشی اور مسرت کا تصوّر کیجئے کہ اس مایوسی اور بے بسی کے عالم میں پانی کا چشمہ مل جانا ان کے لئے کتنی فرحت بخش نعمت ہوگی اور ان کا دل نعمت خداوندی کے احساس سے کتنا لبریز ہوا ہوگا۔۔۔۔ ہاجرہؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ زبان سے کئی دفعہ ادا کیا مگر تسلی نہ ہوئی پھر سوچا کہ اس عظیم نعمت کے صلہ میں عظیم شکریہ ادا کرتی ہوں۔ وہ بے اختیار سجدہ میں گر پڑیں، ان کی مبارک پیشانی نیچے ایک پتھر سے ٹکرا گئی اور خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔۔۔۔ طویل سجدہ کے بعد جب سجدہ سے سر اٹھایا تو کیا دیکھا کہ پتھر خون سے تر ہو گیا ہے اور ماتھے سے خون بہہ رہا ہے۔ فرمایا: یا سلام یا اللہ کم قاسیت وکم عافیت یا ابراهیم واللہ لادی هذ الحجر لابراهیم لیری ما عافیت وقاسیت۔ (اے رب تعجب یا اللہ میں نے کتنی مشقت اٹھائی اور کتنی بار عافیت پائی۔ میں اس پتھر کو محفوظ رکھ کر ابراہیمؑ کو دکھاؤں گی اگر وہ یہاں دوبارہ تشریف لے آئے۔)

پرندوں کو جب وہ پانی کا چشمہ نظر آنے لگا تو پانی پینے کیلئے وہاں جمع ہوئے، وحشی جانوروں کو بھی پرندوں کے اترنے سے اندازہ ہو گیا کہ یہاں کھانے پینے کی کوئی چیز ہے جس کے لئے یہ پرندے جمع ہو رہے ہیں۔۔۔۔ ایک دفعہ حضرت ہاجرہؓ اپنے بچّے کو باہر چھوڑ کر پتھروں کے بنے ہوئے اس چھوٹے کمرہ میں چلی گئیں، تھوڑی دیر بعد جب کمرہ سے واپس آئیں تو دیکھا کہ ایک شیر بچّے کے قریب بیٹھا ہے۔ یہ بھیانک منظر دیکھ کر وہ گھبرا گئیں کہ طرفۃ العین میں یہ درندہ جانور اس بچّے کو کھا جائے گا، مگر وہ دروازے میں کھڑی ہو کر کیا دیکھتی ہیں کہ شیر اسماعیلؑ کے پاؤں چوم رہا ہے۔ اور کبھی ان کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھتا ہے۔ حضرت ہاجرہؓ یہ دیکھ کر مطمئن ہو گئیں۔۔۔۔

رفتہ رفتہ وہ شیروں کے ساتھ عادی ہو گئے اور اسماعیل علیہ السلام شیروں کی آغوش میں پھلے پھولے۔۔۔۔ اے الٰہ العالمین! یہ درندے اور حیوان لایعقل آپ کے پیارے اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، اس لئے آپ کی قدرت تامہ اور حکمت بالغہ نے یہاں ہمیشہ کیلئے جانوروں کا شکار حرام کر دیا۔۔۔۔

چند دن بعد بنی جرہم کا ایک قبیلہ راستے سے گزر رہا تھا۔ پانی کی فراوانی دیکھ کر حضرت ہاجرہؓ سے اجازت مانگی کہ ہم یہاں فروکش ہو رہے ہیں۔ انہوں نے بطیب خاطر ان کو اجازت دے دی، اور

ایک بستی آباد ہونے لگی۔۔۔

یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ مکہ سے واپس ہو کر دس سال رہے یا بارہ سال۔ بہرحال ایک دن حضرت سارہؓ نے ابراہیمؑ کو کہا کہ آپ اپنی بیوی اور بچے کی خبر تک نہیں لیتے۔ معلوم نہیں اب تک وہ اس صفحۂ ہستی پر موجود ہوں گے بھی یا نہیں ۔۔۔۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں حکم ربانی کا منتظر ہوں۔ ایک دن بارگاہ الٰہی سے حکم ہوا کہ جہاں آپ نے اہل بیت کو چھوڑا ہے وہاں چلے جائیں ۔۔۔۔ ابراہیمؑ روانہ ہوئے، جب مکہ کی گھاٹیوں کو طے کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ کافی خیمے ہیں اور بہت سے انسان نظر آتے ہیں۔ سوچنے لگے جب میں یہاں آیا تھا تو یہ ایک سنسان بیابان تھا، اب تو یہاں انسانی آبادی نظر آ رہی ہے۔ کیا میں راستہ بھول گیا ہوں یا میرے بعد یہاں کچھ لوگ آباد ہو گئے ہیں ۔۔۔۔ ابراہیمؑ قریب آئے تو کسی سے پوچھا، شوانتو (سریانی زبان میں) تم کون ہو ۔۔۔۔؟ احنا عرب من جرھم ہم بنی جرہم عرب ہیں ۔۔۔ ہمارے وطن کا تالاب ٹوٹ گیا ہے، ہمارے قبیلے کے بعض آدمی عراق چلے گئے اور کچھ شام۔ ہم حجاز کو آئے تو یہاں پانی دیکھ کر سکونت پذیر ہو گئے۔ ابراہیمؑ نے دوبارہ پوچھا کہ یہاں ہاجرہؓ نام کی عورت اور اسماعیلؑ نام کا لڑکا موجود ہے ۔۔۔؟ جرہمی نے جواب دیا کہ اسماعیلؑ کو تو ہمارے قبیلے نے اپنا سردار منتخب کر لیا ہے، اور اسکی والدہ ہاجرہؓ تو ہماری روحانی والدہ ہے۔ ابراہیمؑ نے پوچھا کہ ان کا گھر کہاں ہے، اس نے جواب دیا کہ ان کا گھر تو یہاں تمام گھروں میں نمایاں ہے وہ سفید گھر ان کا ہے ۔۔۔ ابراہیمؑ سے اتر کر اس گھر کیطرف آئے اور دروازے پر دستک دی حضرت ہاجرہؓ نے دروازہ کھولا، اپنے واجب الاحترام شوہر کو پہچان کر دست بوسی کی اور ازحد مسرت آمیز لہجے میں اھلاً و سہلاً کے کلمات کہے۔ ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اسماعیلؑ کہاں ہیں ؟ بیوی نے بتایا کہ وہ شکار کے لئے گئے ہیں ابھی آ جائیں گے۔ اتنے میں اسماعیلؑ آئے، وہ ایک معمر آدمی کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ مہمان ہے۔ مہمان سے علیک سلیک سے پہلے اپنی والدہ سے پوچھا : من ضیفنا اماہ ۔۔۔ کہ یہ کہاں کا رہنے والا مہمان ہے ۔۔۔ آپ نے مہمان کیلئے کھانا تیار کیا ہے یا نہیں، میں نے یہ ہرنی اور یہ خرگوش شکار کیا ہے یہ مہمان کے لئے پکا لیں۔ والدہ نے کہا کہ اس مہمان کو پہچان لو کہ یہ کون ہے۔ اسماعیلؑ نے کافی غور سے دیکھا مگر پہچان نہ سکے ۔۔۔ کمسن بچہ کیسے اپنے باپ کو پہچان سکتا ہے جب اس کا باپ دس بارہ سال کے بعد آئے اور بچہ جوان ہو چکا ہو ۔۔۔

ابراہیمؑ نے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا، انا ابوک ابراھیم۔ میں آپ کا والد ابراہیم ہوں۔ ۔۔۔ اللہ اللہ ! باپ نے بیٹے کو گلے سے لگایا، زار و قطار روئے۔ ابراہیم جب اسماعیلؑ

اپنی والدہ کی آغوش میں چھوڑ گئے تھے تو اس وقت وہ کیسے یقین کر سکتے تھے کہ میں ایک دن ان کو دوبارہ زندہ دیکھ سکوں گا۔ مگر اب تو وہ ایک قبیلہ کا سردار بن گئے تھے۔ ﷲ الحمد والمنہ۔

تینوں مسرور تھے اور آپس میں گزرے ہوئے واقعات دہرا رہے تھے۔ حضرت ہاجرہؓ نے اپنے خاوند حضرت ابراہیمؑ کو اپنی سرگذشت تفصیل سے بیان کرنا شروع کی اور جب پتھر سے زمین میں چشمہ پھوٹ آنے کا بتایا اور فرمایا کہ وہ پتھر میں نے سنبھال رکھا ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا لاؤ وہ پتھر تب اسماعیلؑ وہ پتھر اٹھا لاتے۔ ابراہیمؑ نے اس پتھر کو سرخ دیکھ کر اس پر اپنی آنکھیں رکھیں اور ایک طویل روحانی مراقبہ میں محو ہو گئے۔ کافی دیر کے بعد سر مبارک اٹھا کر فرمانے لگے کہ مجھے عالم روحانی میں اس پتھر سے چاروں طرف نورانی شعلے بھڑکتے ہوئے نظر آئے اور جہاں جہاں تک اس خون آلود پتھر کی روشنی پہنچی ان جگہوں کو میقات الحج مقرر کر دیا گیا —— مدینہ منورہ کی طرف یہ نورانی شعلے دیگر اطراف کی بہ نسبت زیادہ پھیلے اس لئے مدینہ منورہ کا میقات البعد المواقیت ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ بیت المقدس کے رخ میں ہے۔ اور بیت المقدس انوار ربانی کا مرکز رہا ہے اور اب بھی یہاں انوار و تجلیات کا نزول ہوتا ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے الشئی یجذب الشبہ —— ایک قبیلہ نے دوسرے قبیلہ کی شعاعوں کو اپنی طرف کھینچا۔ اور یہ بات بھی تھی کہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین دعوت ابراہیمی حبیب مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا نشیمن بننے والا تھا، اس لئے ان کی اوّلین نورانیت نے نورانیت کو کھینچا ——

پھر حضرت ہاجرہؓ نے فرمایا کہ ایک دن شیر آ کر اسماعیلؑ کے پاس بیٹھا، میں نے دیکھا تو ڈر گئی مگر وہ شیر اسکو چومتا اور پیار کرتا تھا۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ قیامت تک یہ زمین حرم ہے۔ یہاں کوئی بھی کسی جانور کو شکار نہیں کرے گا۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ اس پتھر کو محفوظ رکھ دو۔ ابراہیمؑ اور حضرت ہاجرہؓ نے ایک دوسرے کے حالات سن لئے اور ابراہیمؑ آرام فرمانے کے بعد اٹھے تو جبرائیلؑ حاضر ہوئے اور فرمان خداوندی سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلوص و محبت اور آپ کی زوجہ کی تسلیم و صبر اور اسماعیلؑ کی معصومیت سے راضی ہو کر تمہارے نام زندہ رکھنے کے لئے یہاں ایک گھر تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ باپ بیٹے دونوں نے تعمیل حکم کی اور کعبۃ اللہ کی بنیاد رکھنے لگے۔

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

(اور یاد کر جب ابراہیمؑ و اسماعیلؑ اٹھاتے تھے بنیادیں خانہ کعبہ کی اور دعا کرتے تھے اے پروردگار ہمارے قبول کر یہ عمل بے شک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔) ——